ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر مستنصر حسین جامی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد یوسف اعوان

اسسٹنٹ پروفیسر، الائیڈ فیکلٹی، نمل یونیورسٹی، میانوالی

عبداللہ نعیم رسول

پی ایچ ڈی، اسکالر، اسلامک انٹرنیشنل، یونیورسٹی، اسلام آباد

میٹاماڈرن ازم: ماورائے مابعد جدیدیت ایک نیا جمالیاتی بیانیہ

Dr. Mustansar Hussain Jami *
Assistant Professor, Urdu Department, MY University, Japan Road, Islamabad.
Dr.Muhammad Yousaf Awan
Allied Faculty, NAMAL University, Mianwali.
Abdullah Naeem Rasul
PhD Scholar, International Islamic University, Islamabad.
***Corresponding Author:** dr.mustansarhussain@myu.edu.pk

Metamodernism: A New Aesthetic Narrative Beyond Postmodernism

This paper examines metamodernism as a new aesthetic narrative that arises beyond postmodernism, while still drawing upon the legacies of both modernism and postmodernism. The discussion opens with a brief philosophical prelude on God, man, and the universe, not as a central argument but as a contextual backdrop for understanding shifts in intellectual thought. The core of the paper situates metamodernism as an oscillatory sensibility that balances sincerity and irony, belief and doubt, detachment and commitment. In contrast to the skepticism of postmodernism and the certainty of modernism, metamodernism is shown to recover meaning, emotional depth, and human interiority without abandoning critical self-awareness. The

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

paper also critiques the unreflective imitation of Western critical paradigms in Urdu criticism, emphasizing instead the importance of situating literary theories within their socio-cultural environments. Ultimately, it argues that metamodernism, at its current stage, should be engaged with as a theoretical framework rather than an applied literary practice.

Key Words: *Metamodernism, Modernism, Postmodernism, Aesthetic Narrative, Urdu Criticism, Literary Theory, Irony and Sincerity, Cultural Discourse.*

خدا، انسان اور کائنات ایک مثلث کے تین ایسے کونے ہیں جن کے مابین تعلق ہر دور کے فلسفیوں کی بحث کا مرکز رہا ہے مگر آج تک ان فلسفیوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو پایا۔ مغرب کے فلسفیوں میں سائنسدان اور فلسفی "نیوٹن" نے نظام شمسی کو بیان کرتے ہوئے خدا کی موجودگی کو ضروری قرار دیا۔ اسکاٹ ٹریمین (Scott Tremaine) اپنے ایک مضمون "Is The Solar Systeem Stable?" میں سر آئزک نیوٹن (Sir Isaac Newton) کی تھیوری پر تبصرہ کرتے ہوئے مائیکل ہاسکن (Michael Hoskin) کے نیوٹن کے متعلق خیال کو بھی نقل کرتے ہیں:

> "ظاہر ہے کہ نیوٹن کا خیال تھا کہ شمسی نظام غیر مستحکم ہے اور موجودہ وقت میں ہم جو باقاعدہ فاصلے پر واقع تقریباً گول سیاروی مدار دیکھتے ہیں، انہیں برقرار رکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً خدائی مداخلت ضروری ہے۔ مؤرخ مائیکل ہاسکن کے مطابق نیوٹن کے تصورِ کائنات میں "خدا نے اپنے گھڑیال جیسے کائناتی نظام کے لیے ایک ایسا مستقل مرمتی معاہدہ کر رکھا تھا، جس کے ذریعے وہ اس پر مسلسل توجہ اور نگہداشت کا مظاہرہ کرتا رہا"(۱)

نیوٹن کے برعکس لاپلاس (Lapalce's) نے نظام شمسی کے اپنے تصور میں خدا کے ذکر کو نکال دیا اور کہا کہ "مجھے اس مفروضے کی ضرورت نہیں تھی"۔ اسی مفروضے کی توسیع میں لیونارڈ ملودینو (Leonard Mlodinow) نے اپنی کتاب "The Grand Design" میں خدا کی غیر موجودگی کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس کے بعد "فطریت پسندی" (Methodological Naturalism) جسے فلسفی پال ڈی وریز (Philosopher Paul de Vries) نے ۱۹۸۳ میں "Christiana Scholar's Review" میں شائع کیا اس کے مطابق سائنسی تحقیق صرف قدرتی اسباب اور قوانین کے بنیاد پر کی جائے گی اور مافوق الفطرت یا ماورائی حقیقتوں کو شامل نہیں کیا جائے گا، چاہے محقق ذاتی طور پر ان غیر مرئی حقیقتوں پر ایمان ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس کے برابر فلسفیانہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

فطریت (Philosophical Naturalism) بھی ہے جو ایک فکری مؤقف کا حامل نظریہ ہے جس کے مطابق کائنات خود بخود اپنے قدرتی قوانین کے مطابق چل رہی ہے اور اسے چلانے میں کسی ماورائی طاقت کا کوئی عمل دخل نہیں۔ مغرب کے دیگر فلسفیوں نے سائنسی بالادستی اور مذہب کو زندگی سے بے دخل کرنے کی وجہ سے ایسی اندھی توجیہات پیش کیں کہ خدا کے وجود کو سرے سے غائب ہی کر دیا۔ فریڈریک نطشے (Friedrich Nietzsche) نے کہا "GOD is dead" ژاں پال سارتر (Jean-Paul Sartre) جو وجودیت (Existentialism) کا بانی تھا، نے خدا کے وجود کے متعلق کہا: "خدا موجود نہیں، اور اگر خدا موجود بھی ہو تو انسانی وجود میں کوئی فرق نہ پڑے گا"[۲]۔ کارل مارکس نے "مذہب کو عوام کی افیون کہا"۔ ان تمام تر حوالوں کے بعد میں آپ کو دوبارہ اُس مثلث کی طرف لے کر جانا چاہتا ہوں جس میں خدا، انسان اور کائنات تین کونے تھے۔ مغربی فلسفی اس مثلث کو درست طرح سے سمجھ نہیں پائے اُس کی وجہ اُن کا سائنسی رویہ یا مذہب کے اثرات سے پیدا ہونے والی مایوسی ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں یہ مثلث ریاضیاتی اصول کے مطابق قائمۃ الزاویہ مثلث (Right angle triangle) ہے جس میں ایک زاویہ 90° کا ہوتا ہے جبکہ باقی دونوں مختلف ہو سکتے ہیں۔ میں اُن دونوں کو کبھی 30° اور 60° کرتا ہوں جس میں اول الذکر کائنات جبکہ مؤاخر الذکر انسان ہے اور کبھی میں ان دونوں کو 45°، 45° کا مان لیتا ہوں یعنی کائنات اور انسان کی اہمیت برابر ہو جاتی ہے۔ مثلاً انسان کائناتی وسائل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جبکہ کائنات کا وجود انسان ہی کی بدولت عمل میں آیا ہے۔ لیکن مغربی فلسفیوں کا مسئلہ یہ رہا ہے کہ وہ اس مثلث میں خدا کو کبھی 90° کے درجے پر نہیں رکھتے وہ یا تو انسان کو اس جگہ لے آتے ہیں جیسے ژاں پال سارتر (Jean Paul Sartre) نے وجودیت (Existentialism) میں انسان کے وجود کے متعلق کہا تھا:

> "جب ہم کہتے ہیں کہ وجود، مقصد (essence) پر مقدم ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ انسان سب سے پہلے وجود میں آتا ہے، اپنے آپ سے سامنا کرتا ہے، دنیا میں ابھرتا ہے — اور بعد میں اپنی تعریف خود کرتا ہے [...] وہ فوراً کچھ نہیں ہوتا، بلکہ بعد میں وہی بنتا ہے جو وہ خود اپنے آپ کو بناتا ہے۔ اس لیے انسانی فطرت نام کی کوئی چیز نہیں، کیونکہ کوئی خدا موجود نہیں جو اس کی کوئی تصوراتی صورت رکھتا ہو۔ انسان بس ہے۔ [...] انسان کچھ اور نہیں، سوائے اس کے جو وہ خود اپنے آپ کو بناتا ہے۔ یہی وجودیت (Existentialism) کا پہلا اصول ہے"[۳]

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

یا پھر کبھی کائنات کو اس جگہ پر لے آتے ہیں جیسے آج کل ہر طرف ایک ہی ڈھول پیٹا جارہا ہے "ماحولیاتی تنقید" (Eco criticism)، یہ اصطلاح ولیم روئیکرٹ(William Rueckert's) نے پہلی بار ۱۹۷۸ء میں اپنے مضمون" ماحولیاتی تنقید: ایک تنقیدی تجربہ "(Literature and Ecology: An Experiment in Ecoriticism)میں استعمال کی تھی۔بقول ولیم روئیکرٹ:

> " انسان فطرت کے ساتھ کسی من پسند تعامل کا حق نہیں رکھتا۔ یہ خیال کہ فطرت کو انسانی قوانین کے ذریعے محفوظ رکھنا چاہیے ؛ درختوں (ڈولفن ، وہیل ، عقاب ، کرلاتی کونجوں وغیرہ) کے بھی حق میں آواز اُٹھانے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے وکیل ہونے چاہییں؛ماحولیاتی تصور کا سب سے ارفع اور اختصاصی حصہ ہے "(۴)

اب بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں انسان کی جبلی خواہش کی بات کروں گا۔ایک ایسی خواہش جو ہر انسان کے وجود کا جزو لازم ہے اگر میں یوں کہوں کہ ہر ذی روح کے وجود کا حصہ ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ یہ خواہش ہے اپنے احساسات، جذبات، خیالات، تجربات، تاثرات اور مشاہدات کو اپنے علاوہ انسانوں تک پہنچانا، ویسے اگر غور کیا جائے تو اُس مثلث کے تینوں ارکان کو پہچان کروانے کی خواہش ہے۔ جیسے اللہ تعالی نے فرمایا:

> "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں (تو اپنی پہچان کرانے کے لیے) میں نے مخلوق کو پیدا کیا، (چنانچہ جب مخلوق کو پیدا کیا)تو انھوں نے مجھے پہچان لیا"(۵)

اگر بات کی جائے کائنات کی تو کیا وہ بھی خود کی پہچان کروانا چاہتی ہے تو جواب ہے جی ہاں۔ ستارے، چاند، سورج اور کہکشائیں چمکتی ہیں۔ درخت ، پھول ، پھل سب اپنے رنگ بدلتے ہیں۔ پرندے رنگین اور بلند آوازیں نکالتے ہیں۔ بادل برستے ہیں ، بجلی چمکتی ہے ، ہوائیں سائیں سائیں کرتی ہیں۔ سمندر ، دریا اور جھرنے شور کرتے ہیں، لہریں اُٹھاتے ہیں۔ یہ سب ادائیں، صدائیں اور فضائیں خود کو پہچان کروانے کے لیے ہی تو ہیں۔ خیر واپس انسان پر آتے ہیں کیونکہ ہمارا اصل موضوع انسان ہی ہے۔ انسان کے وجود سے ہی ادب کا وجود جوڑا ہے ۔ ادب انسان کی داخلی اور خارجی دنیا کی کہانی بیان کرتا ہے۔ یہ کہانی دنیا کی مختلف زبانوں اور مختلف ہیئتوں میں بیان کی گئی ہے ۔ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنی تصنیف " تنقیدی زاویے (چند تنقیدی مقالات کا مجموعہ) " میں ادب کی ابتدا کے حوالے سے اپنے مضمون "کچھ ادب کے بارے میں" میں رقم طراز ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

"لیکن آخر ادب کیوں پیدا ہوا؟ کیوں اس کا سوتا پھوٹا اور پھوٹ کر چشموں اور دریاؤں کی صورت اختیار کرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ، ہر زمانے، ہر دور اور ہر ماحول میں برابر بہتا رہا؟ کیوں اس کو حوادث زمانہ کی بادِ سموم خشک نہ کر سکی؟ انقلابات و تغیرات کیوں اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے؟ وہ کیوں ہر زمانے کی زندگی کو سرسبزی و شادابی سے روشناس کرتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں تو ہمیں دیکھنا ہے کہ ادب کیوں اور کس لیے وجود میں آیا؟ ادب کی قدامت کا اندازہ تو صرف اس کی ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ جس وقت انسان اس دنیا میں نیا نیا آیا تھا، اُسی وقت سے اس نے ادب کی تخلیق شروع کر دی تھی۔ تخلیق کا جوہر اور تخلیق کی خواہش انسان کے اندر بالکل فطری ہے۔۔۔۔۔حالات کی جن کروٹوں سے بھی وہ متاثر ہوتا ہے، اُن سب کو کسی نہ کسی صورت میں ساتھیوں تک پہنچا دینا اس کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے"(۶)

ادب کیسا بھی اور کہیں بھی لکھا گیا ہو تنقیدی تھیوریز کی زد میں ہمیشہ رہتا ہے۔ نقاد چاہیے فلسفی ہو یا معاشیات کا ماہر ہو یا بشریات، سماجیات، فلکیات، ریاضیات، ارضیات، دینیات، نفسیات، طبعیات یا مابعد الطبعیات کے کسی علم کو ہنر جانتا ہو اسے کھُلی آزادی ہے کہ اپنی ذہنی کوفت کو ادب کے کسی فن پارے پر نکال دے اور بعد میں ادبی فن پارے کا کوئی ایسا تجزیہ پیش کرے جس سے خود فن پارے کا خالق بھی نابلد ہو اور اُس غیر فطری نقاد کے بے بنیاد تجزیے پر واہ واہ کرنے کے بعد احساس کمتری کا شکار ہو کر کسی کونے میں بیٹھا یہ سوچتا رہے کہ آخر یہ سب میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا اور اب میں اس سب کو کیسے سیکھوں۔ خیر یہ تو میری اپنی رائے تھی نقادوں کے بارے میں۔ میں صرف ادبی تخلیق کار کو ہی ادب کا نقاد مانتا ہوں ہاں اگر کوئی فلسفے کا ماہر ہے اور وہ ادبی فن پارے کا مطالعہ کرتا ہے اور اُس میں سے کچھ فلسفیانہ نکال لیتا ہے تو اسے اپنے مضمون کے تحت لے جائے اور وہاں جا کر اُس کا پرچار کرے ادب کے قاری کو یا ادیب کو اس سے کیا غرض کہ اس کے افسانے میں نفسیاتی مسائل موجود ہیں یا ماحولیاتی۔ خیر اس بحث کو بھی چھوڑتے ہیں اور اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ اُردو ادب کی بات کی جائے تو مقدمہ شعر و شاعری اور آب حیات دو ایسی بنیادی تصانیف ہیں جن کو اُردو تنقید کا ذاتی نقش اول کہا جا سکتا ہے جو قابل قبول بھی ہے اور معیاری بھی۔ باقی جو بھی ہے وہ سب مستعار لیا ہوا ہے یا اگر کچھ ملے گا بھی تو بقول سید عبد اللہ، وہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

کلیم الدین احمد کی تحریر میں سے حوالہ نقل کرتے ہوئے اپنے مضمون "کیا غزل نیم وحشی صنف سخن ہے؟" میں لکھتے ہیں:

> "وحشی اپنے آرٹ میں "صورت" اور تکمیل کا دلدادہ ہے اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ "غزل بھی ایک نیم وحشی صنفِ ادب ہے اور یہ حقیقت اس قدر بین ہے کہ مزید تشریح کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی"(۷)

اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمارا اپنا ہے ورنہ جو اچھا نظر آرہا ہے وہ سب مغرب سے مستعار لیا ہوا ہے۔ میں ادبی تھیوریز کے ضمن میں بات کر رہا ہوں میری مراد اردو کے تنقیدی مضامین کے متعلق ہر گز نہیں جو بہت بلند پایا لکھے گئے ہیں یعنی ایسے مضامین جو کسی فن پارے کی معائب و محاسن سے گفتگو کرتے ہیں ۔ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی تصنیف " نئی تنقید" میں لکھتے ہیں:

> "ہمارا ادب جس میں تنقید اور تخلیق دونوں شامل ہیں بے دیکھے بے سوچے پیروی مغرب کی راہ پر چل رہا ہے۔ اُردو تنقید نے بھی انہی معیارات و رجحانات کو قبول کیا ہے جو مغرب میں پروان چڑھے ہیں۔ اب ہمارا احساس اور ہماری فکر مغرب کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے ہیں"(۸)

علم حاصل کرنے کے لیے قوم، زبان یا ملک شرط نہیں ہیں۔ آپ علم حاصل کریں لیکن اپنی تہذیب و ثقافت کو فروخت کر کے علم حاصل نہ کریں۔ اُردو ادب کی تنقید بھی کچھ ایسا ہی منظر نامہ پیش کر رہی ہے۔ اُردو کے نقادوں نے بے حساب علم نقل کیا ہے؛ حاصل نہیں کیا اور اس نقل میں بھی عقل کی ضرورت تھی لیکن کتابوں کی دوڑ میں شاید وہ یہ بات بھول گئے تھے کہ نہ تو یہ وہ معاشرہ ہے جہاں سے ہم تنقیدی تھیوریز مستعار لے رہے ہیں اور نہ ہی یہاں کا ادیب اُن مشاہدات و تجربات سے واقف ہے جو مغرب میں شب و روز بدلتے سائنسی اور معاشرتی حالات کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے اور ہو رہے ہیں۔ رہی بات قاری کی تو بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانے کی طرح مصداق اپنا ہی گریبان چاک کیے ناچ رہا ہے۔ وہ نہ اُس معاشرے کو جانتا ہے نہ کمپیوٹر سے بدلتی دنیا کی رنگینیوں سے واقف ہے اُسے کیا معلوم جدیدیت، مابعد جدیدیت، ریلزم (حقیقت نگاری)، ایبسٹریکٹ ازم، شعور کی رَو اور فیمینزم کس بلا کو کہتے ہیں اُس کے ارد گرد کی عورتیں تو گھروں میں بیٹھی روٹیاں پکاتی ہیں یا بہت کیا تو ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ لیا انہیں تو اپنے حقوق نہیں چاہییں وہ اپنے گھروں میں بہت خوش ہیں اور نہ ہی ان پر ایسے ظلم ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

نقاد کس فیمینزم کو افسانوں اور ناولوں میں تلاش کرتے پھرتے ہیں اور مابعد جدیدیت جس کی ایک جھلک تک ہم نے نہیں دیکھی وہ ہماری کہانیوں میں کیسے آگئی۔ آخر کار اردو ادب کے ادیب اور قاری دونوں ہی نقادوں کو حیرت سے تکتے رہتے ہیں اور اپنی کم علمی کی وجہ سے اُن کی کتابیں خرید خرید کر پڑھتے ہیں کہ شاید کچھ ہمارے پلے بھی پڑ جائے لیکن افسوس وہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت کا "جن" اُن کتابوں کی رُو گردانی کے بعد مزید بڑا "دیو" بن جاتا ہے۔ سونے پر سہاگہ ایک تو بات گھما پھرا کر کرتے ہیں دوسرا بات بھی نامکمل، مبہم اور مشکل اصطلاحات میں کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والے کہیں یہ نہ جان لے کہ ہم جو بات کرنا چاہتے ہیں اُسکا ہمیں خود بھی اِدراک نہیں ہے۔ میں اس کی مثال اُردو ادب کے بڑے نقاد کی مرتب کردہ کتاب سے دینا چاہتا ہوں جس میں وہ گوپی چند نارنگ کے حوالے پر تبصرہ بھی کرتے ہیں اور ان حوالوں کو نقل بھی کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

> "مابعد جدیدیت، جدیدیت کی ضد نہیں ہے۔ مابعد جدیدیت، جدیدیت سے الگ بھی ہے اور اس سے انحراف بھی۔۔۔ گویا اس (مابعد جدیدیت) کو سمجھنے کے لیے سابق کے قضایا کا حوالہ ضروری ہے۔۔۔" اور دوسری جگہ رقم طراز ہیں "ہر تبدیلی چوں کہ اپنی خاص نوعیت رکھتی ہے اس لیے اپنا پیمانہ بھی وہ خود ہوا کرتی ہے ۔۔۔ چناں چہ جدید تر (مابعد جدید) تبدیلی کو بھی سابقہ پیمانوں کی مدد سے ناپا یا سمجھا نہیں جاسکتا" (گوپی چند نارنگ) تبصرہ
>
> (مرتب ناصر عباس نیر) " ان کے پہلے مؤقف کی رو سے مابعد جدیت، اگر جدیدیت کی ضد نہیں ہے تو یقیناً اس کی معاون ہو گی۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ مابعد جدیدیت کو سمجھنے کے لیے جدیدیت کے قضایا کا حوالہ ضروری ہے۔ اسی مؤقف کا اعادہ ابوالکلام قاسمی نے بھی کیا ہے " مابعد جدیدیت کی ادبی اور ثقافتی اصطلاح حتمی طور پر جدیدیت کے خلاف کسی رد عمل کو سامنے نہیں لاتی۔" حامدی کاشمیری نے بھی لکھا ہے کہ " مابعد جدیدیت کو کسی اعتبار سے جدیدیت کے خلاف احتجاج یا ردّ عمل سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا "۔ اگر مابعد جدیدیت، جدیدیت کے خلاف ردّ عمل، احتجاج یا اس کی ضد نہیں ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ مابعد جدیدیت نے جدیدیت کو بے دخل اور غیر موثر نہیں کیا۔ مابعد جدیدیت اگر اپنے فلسفیانہ قضایا کے لیے جدیدیت کی طرف راجع رہتی ہے تو اس سے یہ نتیجہ بر آمد ہوتا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے کہ جدیدیت کی فکری توانائی ابھی ختم نہیں ہوئی، مگر یہ نتائج اردو میں مابعد جدیدیت کے علم برداروں کے لیے قابل قبول نہیں ہوسکتے کہ اس طرح مابعد جدیدیت کے متوازی جدیدیت کا اقرار کرنا ہے اور یوں صرف اس کے اس مؤقف کا زور ٹوٹ جاتا ہے کہ مابعد جدیدیت (ہی) نئے عہد کا دست خط ہے بلکہ جدید رویوں اور نظریات کی عصری موزونیت کو قبول کرنا (جزوی طور پر ہی سہی) بھی لازم ٹھہرتا ہے۔ بنابریں وہ آگے چل کر مابعد جدیدیت کو یکتا تبدیلی قرار دیتے ہیں اور صاف لفظوں میں کہتے ہی: "میری گزارش ہے کہ نئی فر اور نئی بصیرتوں کو خود ان کے مقدمات کی شرط پر سمجھا جائے تب ہی ان کے ساتھ انصاف ممکن ہے ورنہ خلطِ مبحث کا خطرہ ہے"(۹)

حوالہ قدرے طویل ہو گیا لیکن اس میں پچاس سالہ اُردو تنقید اور اس کی کارکردگی صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ اب آپ خود پڑھنے کے بعد اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے ادیبوں نے اُردو ادب کے طلبا و اساتذہ کے ساتھ کیا کھیل کھیلا ہے اپنی ہی بات کچھ عرصے کے بعد خود ہی رد کر دیتے ہیں، کوئی بات بھی مکمل نہیں ہے کہیں کوئی زندہ مثال دے کر بات سمجھائی نہیں گئی اور زندہ مثال لاتے بھی تو کہاں سے مغرب سے، مثال بھی وہی جو وہاں کے نقاد نے پیش کی ہو گی۔ ہمارے معاشرے سے مثال دے ہی نہیں سکتے تھے کیوں کہ یہ تھیوریز ہمارے ادب، ہمارے معاشرے اور ہمارے تمدن سے کوئی میل نہیں کھاتیں لیکن ان کو ظالم حکمران کے حکم کی مانند اُردو پر نافذ کر دیا گیا۔ حال یہ ہے ابھی ۲۵، ۲۰۲۴ء تک حلقہ ارباب ذوق اور بلیک ہول ادبی فورم میں جدیدیت کو سمجھانے، ناصر عباس نیّر اور روش ندیم صاحب تشریف لا چکے ہیں اور سمجھ پھر بھی کچھ نہیں آئی۔ وجہ کیا ہے وجہ بہت سادہ سی ہے کہ مثال نہیں دے پاتے۔ ازراہِ تفنن مجھے ٹیڑھی کھیر والی کہانی یاد آگئی ہے کہ اس میں اندھے کو مثال سے سمجھا تو دیا لیکن مثال ایسی دی کہ معاملہ بالکل ہی اُلٹا ہو گیا، آسان لفظوں میں ہمارے نقادوں نے بھی ہمیں کھیر (جدیدیت اور مابعد جدیدیت) سمجھاتے ہوئے پہلی بات کہ مثال دی کوئی نہیں اور اگر کسی نے بہت ضد کی تو انہیں "بگلے" کی ایسی مثال سے سمجھایا کہ سارا معاملہ ہی ٹیڑھی کھیر بن کر رہ گیا۔ سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ مابعد جدیدیت کو پیدا ہوئے اور جوان ہوئے بیس سال سے بھی کچھ زیادہ وقت ہو چکا ہے نہ اس کے بعد کوئی نئی تھیوری یا نظریہ مغرب میں پروان چڑھا ہے اور نہ اُردو کے عظیم نقادوں نے کچھ نقل کیا ہے نہ کوئی نئی کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ کہیں کوئی تھوڑے سے پر ماحولیاتی تنقید نے کھولے ہیں ساتھ ہی کتابوں کی کتابیں اور تھیسس پر تھیسس نظر آنے لگ گئے ہیں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

۔ خیر کوئی ایک شخص بتا دیں سوائے ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ کے جس کے نظریات کو مغرب نے تسلیم کیا ہو یا کسی نے کوئی ایسی ادبی تھیوری پیش کی ہو کہ مغرب والے "واہ واہ" کر اُٹھیں ہوں۔ ہم استعمال کُنندہ قوم ہیں اور وہ ایجاد کُنندہ اس لیے ہم اُن ثمرات سے کبھی واقف حال نہیں ہو سکتے جو ایجاد کُنندہ قوم کے نقاد اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے دیکھتے اور محسوس کرتے رہے ہیں۔ خیر اُردو کے ان جدیدیت زدہ نقادوں کو تو رہنے ہی دیں ان سے پہلوں کے متعلق ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف " اُردو تنقید کا ارتقا" میں مغرب زدگی کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ خیالات جو تنقید کے متعلق ڈاکٹر زور نے پیش کیے ہیں۔ براہ راست انگریزی نقادوں کے مطالعے کا نتیجہ ہیں۔ انھوں نے اس میں اپنی طرف سے بہت کم کہا ہے ۔۔۔ انھوں نے مشرقی ادب اور خصوصاً اردو ادب کو سمجھنے سے ہاتھ دھو لیا۔ میر و سودا کے متعلق یہ سوچنا کہ اگر مغربی ادبیات سے واقف ہوتے تو اچھی شاعری کر سکتے تھے، ایک مجذوب کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔۔۔ ڈاکٹر عبد اللطیف نے اُردو کے سب سے بڑے شاعر غالب کے متعلق یہ رائے پیش کی کہ وہ شاعر ہی نہیں تھا۔ جو کچھ اُس نے کہا ہے اس کو شاعری سے کوئی تعلق نہیں اور کلیم الدین احمد نے اُردو شاعری اور اُردو تنقید کو مہمل بتایا اُن کے نزدیک ان دونوں کی کوئی اہمیت نہیں"(۱۰)

اس بات کی توسیع میں جلیل عالی، جناب عابد سیال کے مشہور زمانہ پروگرام " ایک سوال" میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "ہمارے بہت سارے ان نقادوں کا بھی مسئلہ ہے جو Western tolls of criticism کے اسیر ہیں۔ وہ ہماری جو بڑی واردات ہے جو غالبؔ کے اندر ظاہر ہوئی ہے، میرؔ کے اندر ظاہر ہوئی ہے، اقبالؔ کے اندر ظاہر ہوئی ہے۔ وہ اُن کے ٹولز اُس کا پورا احاطہ نہیں کر پاتے ۔۔۔ اس کے برعکس ہمارے تذکرہ نویس اپنے تبصروں میں ایسے نکات پیش کرتے ہیں کہ ہمیں اُن پر تحقیق کرنی چاہیے (۱۱)

قصہ کوتاہ اب ہم پہلے جدیدیت اور مابعد جدیدیت کو یورپی نقطہ نظر سے سمجھنے کی مختصر کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنے موضوع یعنی " میٹاماڈرن ازم" کی طرف چلیں گے جس کی پچھلے پانچ سال سے یورپی ادبی حلقوں میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

گونج سنائی دے رہی ہے جبکہ اُردو کے عظیم نقاد اس گونج سے میلوں دُور خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں کیونکہ اب کتاب بکنے کا رجحان بہت کم ہو چُکا، اس لیے مغزماری کرنے کی بھی کیا ضرورت۔ ایک بات واضح کر دوں کہ "میٹاماڈرن ازم" کو بیان کرنے کا مقصد صرف اس تھیوری کو سمجھنا ہے نہ کہ اُردو ادبی فن پاروں پر اس کا اطلاق۔ میں ہمیشہ سے اس بات کا پرچار کرتا رہا ہوں کہ مغربی تھیوریز کو ایک سبجیکٹ کے طور پر پڑھایا جانا بہت ضروری ہے نہ کہ اپنے فن پاروں کے فنی و فکری عناصر تلاش کرنے کے بجائے اُن کی کان کنی مغربی ہتھیاروں سے کر دی جائے "کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا وہ بھی مرا ہوا" کے مصداق سعیِ لا حاصل کرتے رہیں۔ ہمارے ہاں کچھ زیرک نقادوں کا خیال یہ بھی ہے کہ ادب میں جدیدیت اور معاشرے کے بدلتے حالات و واقعات میں فرق ہے آسان لفظوں میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ماحول میں کمپیوٹر، ہوائی جہاز، شوپنگ سنٹرز، فلم اور ٹی وی، جنگ و امن، تعلیمی نظام، سائنسی ترقی وغیرہ اپنی بدلتی صورتوں میں سامنے آنے لگیں گے تو بھی کیا ادب میں پیدا ہونے والی تھیوریز پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو گا اور ادب اپنے مزاج کے مطابق اپنی تھیوریز پیدا کرتا رہے گا جن کا ماحول کے بدلنے سے کوئی تعلق نہیں۔ تو چلیے پہلے ان کی وضاحت چند حوالوں سے کرتے ہیں کہ کیا آیا ماحول ادبی تھیوریز کے لیے ناگزیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اشرف کمال اپنی کتاب "اصطلاحات (ادبی، تنقیدی، تحقیقی، لسانی)" میں قمر جمیل کی تصنیف "جدید ادب کی سرحدیں" میں سے حوالہ نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "مشین دراصل ٹیکنالوجی کے عہد کا آغاز تھا، بڑے شہروں کے مختلف مسائل کے درمیان جدید آرٹ نے آنکھ کھولی، شہری، تجزیوں ہی پر جدیدیت کی کلچر حرکیات (Dynamics) کی بنیاد رکھی گئی۔ ویانا، برلن، لندن اور شکاگو جیسے بڑے شہروں میں جدیدیت کو پروان چڑھنے کا موقع ملا جرمنی میں ۱۸۹۰ء سے جدیدیت کا آغاز ہوا۔ امریکہ میں ۱۹۱۲ء میں جدیدیت سامنے آئی"(۱۲)

ماحول (تہذیب، تمدن، معاشرہ، تعلیم، تجارت، ذرائع مواصلات) کے بدلنے سے ہی ادبی تھیوریز وجود پاتی ہیں وہ چاہے مارکسزم ہو یا شعور کی رو، ہیئت پسندی ہو، وجودیت یا حقیقت پسندی یہ سب ماحول کی ضرورت کے تحت آئی ہیں، اسی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد جدیدیت کے متعلق بھی ایک حوالہ پڑھ لیجیے، اشرف کمال ہی مابعد جدیدیت کے متعلق قمر جمیل کی تحریر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

"یورپ اور امریکہ میں فیشن اور اشتہارات کے انداز کے بدلنے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ احساس کے اسٹرکچر میں تبدیلی ہو رہی ہے اور جو تبدیلی ہو رہی ہے اس کے لیے صرف ایک ہی لفظ مناسب ہے اور وہ ہے مابعد جدید۔۔Huyssens نے بھی ۱۹۸۴ء میں مابعد جدید رویہ کے سلسلے میں کہا ہے کہ امریکہ اور یورپ میں جدیدیت کے خلاف رد عمل شروع ہو گیا ہے۔ جدیدیت کے بطن ہی سے ایک ایسا رویہ پیدا ہو رہا ہے جو جدیدیت کو ختم کر رہا ہے"(۱۳)

مضمون کی طوالت کے خوف سے موضوع کو مزید عجلت سے سمیٹنے کی سعی کرتے ہیں۔ کیوں کہ جس تحقیقی مجلّے میں شائع کروائیں گے وہ پیسے بھی لیتے ہیں اور اگر صفحات زیادہ ہوں تو شائع نہ کرنے کی دھمکی بھی دیتے ہیں۔ انہیں اس بات سے غرض نہیں کہ مضمون کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ ویسے سائنسز پڑھنے والے محقق پیسے لے کر مضمون شائع کرواتے ہیں جبکہ ہم اُردو والے چاہے ہمالیہ سے بڑا اور ناگا پربت سے زیادہ مشکل مضمون بھی لکھ لیں مغربی نقادوں سے بڑی تھیوریز پیش کر لیں پیسے دے کر ہی مضمون شائع کروانا پڑتا ہے۔ ارباب اختیار کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ آئیں کوئی سہل سی تعریف کو تلاش کرتے ہیں جس میں جدیدیت اور مابعد جدیدیت بیان کی گئی ہو۔ ہماری اس مشکل کو ڈاکٹر محمد علی صدیقی نے کافی حد تک کم کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"جدیدیت نے مذہب کے بجائے عقلیت، برادری کے بجائے انفرادیت، روحانیت کے بجائے مادیت، مابعد طبعیات کے بجائے سائنس کو ترجیح دی جبکہ مابعد جدیدیت نے تاریخ اور سماجیات کے بجائے ثقافتی مطالعات کو زیادہ اہم قرار دیا۔ ادب ثقافت ڈسکورس سے متعلق ہے اور اس سے وابستہ سوالات، جڑوں کی تلاش، ماضی کی بازیافت اور نسلی اور قبائلی تہذیبیں اکثر بحث کے مرکز میں آ گئے ہیں" (۱۴)

میٹا ماڈرن ازم کی ضرورت کیوں اور کیسے پیش آئی اور یہ مغرب میں کیوں زیر بحث ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ بہت جلد اپنے ارد گرد کے ماحول سے اُکتا جاتا ہے، آہستہ ہو تو تیز کی طرف بھاگتا ہے، سچائی میں جی رہا ہو تو جھوٹ اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے، کچے گھروں، قدرتی ماحول میں زندگی بسر کر رہا ہو تو اُسے رنگ برنگی پھڑ کیلی، رونق اور روشنیوں والی زندگی چاہیے ہوتی ہے۔ بس یہی مزاج، میٹا ماڈرن ازم کی پیدائش کا موجب بنا ہے۔ پوسٹ ماڈرن ازم کو یورپ میں آئے ہوئے کئی دہائیاں گزر چکی ہیں اب وہاں ایک نئے نظریہ کی کمی شدت محسوس کی جا رہی تھی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

اسی خلا کو پُر کرنے کے لیے پھر ایک بار کسی نے " میٹا ماڈرن ازم " کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔ اس پر تفصیلاً گفتگو سے پہلے ڈاکٹر وزیر آغا کا ایک حوالہ ڈاکٹر اشرف کمال کی کتاب سے نقل کرنا چاہتا ہوں جس سے اُن کی مستقبل بینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بہت پہلے سے ہی مابعد جدیدیت سے ماورائے مابعد جدیدیت کے نبض شناس تھے اور وہ اس کی ادبی اہمیت کو آنے والے وقت کی عمیق ضرورت سمجھتے تھے ملاحظہ کریں:

> "اسے supper structuralism یا super Modernism یا امتزاجی میلان کا نام دیں تو بہتر ہے جو ذہنی آزادی کی فضا میں کسی آئیڈیالوجی کے تابع ہوئے بغیر ایک ایسے منظر نامے کی عکاسی کرتا ہے جو دائرہ در دائرہ پھیل رہا ہے۔ یعنی ایک ایسے فریم ورک کا عکاس ہے جسے فوکو نے Episteme کا نام دیا تھا"(۱۵)

میٹا کا لفظ ہمارے لیے نیا نہیں یہ کئی شکلوں میں بہت پہلے سے ہی ہمارے ادب میں شامل رہا ہے۔ مثلاً علامہ اقبال کے یہاں "The Development of Metaphysics in Persia" "فارس میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا" اس کے علاوہ یہ لفظ ہم " Meta-narrative" "مہابیانیہ" کے ذیل میں سُن چکے ہیں۔ یورپ میں بھی یہ لفظ بہت پہلے استعمال ہوتا رہا ہے۔ مثلاً جیسے ارسطو کی کتاب (tà metà tà physiká) کا انگریزی ترجمہ (Metaphysics) کیا گیا۔ اسی طرح David Hilbert نے ۱۹۲۰ء میں (Metamathematics) کی اصطلاح کو متعارف کروایا، اگر کچھ اور مثالیں لی جائیں تو جیسے (Metafiction, Meta-humor,Metatextuel, Metatheorie) وغیرہ۔ لیکن اس لفظ کا استعمال بطور ادبی اصطلاح یا تھیوری کے پہلی بار (Mas'ud Zavarzadeh) نے امریکہ میں نئے اُبھرتے ہوئے ادبی رجحان کو بیان کرنے کے لیے "Metamodern" کا استعمال کیا ان کے علاوہ (Alexandra Dumitrescu) وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن میٹا ماڈرن ازم کے متعلق باقاعدہ آغاز تقریباً ۲۰۲۱ سے ۲۲ء کے قریب ہوا۔ جب دنیا میں کورونا کا وبائی مرض عروج پر تھا تو آن لائن کام کرنے کا رواج عام ہو چُکا تھا اسی دوران چند لوگوں نے مل کر " میٹا ماڈرن ازم " پر سیر حاصل گفتگو کی، اس گفتگو میں " میٹا ماڈرن ازم " پر لکھی گئی کتابوں کا بھی ذکر کیا گیا۔ یہ مکالمہ بنیادی طور پر اُن مصنفین سے ہی کیا گیا تھا۔ کچھ احوال اس مکالمے کا اور اس کے شرکاء کا۔ جوناتھن راؤسن (Jonathan Rowson)، جو کہ " میٹا ماڈرنٹی (Metamodernity) کتاب کے مصنف ہیں۔ دوسرے گریگ ڈیمبرز (Greg Dember's) ہیں جو کہ Dispaches from a Time Between Worlds: Crisis and Emergence in

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

ایک موسیقار ہیں اور ان کی کتاب "(Say hello to Metamoderism(Understanding Today's Culture of Ironesty, Felt Experience, and Empathic (Reflexivity) ہے ۔تیسری خاتون "Lene Andersen" جن کی تصنیف کا نام " Metamodernity: Meaning and hope in a complex world" چوتھے اور آخری رُکن "Daniel Gortz" ہیں جن سے منصوب ایک کتاب " A Metamodern The Listening Society (Guade to Politics book one" ہے۔ان تمام کا تعارف کروانے کے بعد میں ان لوگوں کی بات کو پیش کرنے کی کوشش کروں گا تا کہ اُردو ادب کے اسکالرز بھی میٹاماڈرن تھیوری سے واقف ہو سکیں۔میری کوشش ہو گی کہ میں روز مرہ زندگی سے چند مثالیں دے کر بات سمجھا سکوں اور باقی سب کتابوں اور مصنفین کا حوالہ میں نے پہلے ہی دے دیا ہے تا کہ آپ خود بھی جا کر انہیں پڑھیں اور اگر میں کچھ غلط کہہ رہا ہوں تو میری اصلاح کر سکیں۔میٹا ماڈرن ازم ایک ایسا نیا جمالیاتی ذوق ہے جو فنون لطیفہ، ثقافت، مذہب، سیاست، فلسفہ، عام بول چال اور طنز و مزاح جیسے شعبوں میں اُبھرا ہے۔ابتدا میں اس کے اثرات زیادہ تر ثقافتی سرگرمیوں میں نظر آئے لیکن رفتہ رفتہ یہ مرکزی دھارے میں پھیل گیا۔ ۲۰۱۰ء میں (Timotheus Vermeulen) اور (Robin van den Akker) نے اپنے ایک مضمون "Notes on Metamodernism" جو کہ " Journal of Aestherics and Culture" میں شائع ہوا تھا میٹاماڈرن ازم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "وجودیاتی طور پر (Ontologically)، میٹاموڈرنزم "ماڈرن" اور "پوسٹ ماڈرن" کے درمیان جھولتا ہے۔ یہ ماڈرن جوش اور پوسٹ ماڈرن طنز کے بیچ، امید اور اداسی کے بیچ، سادگی اور آگاہی کے بیچ، ہمدردی اور بے حسی کے بیچ، وحدت اور کثرت کے بیچ، کُلیت اور انقطاع کے بیچ، اور صفائی اور ابہام کے بیچ جھولتا ہے"(۱۶)

میٹاماڈرن ازم کو سمجھنے کے لیے ایک پنڈولم کا تصوّر اپنے ذہن میں لے آیئے کہ مسلسل دائیں اور بائیں جانب انتہاؤں کو چھوتا ہے اسی طرح میٹاماڈرن ازم رویہ جب جوش و جذباتیت کی انتہا کو پہنچتا ہے تو طنز کی طرف یعنی مابعد جدیت کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے اور جب یہی طنز بے حسی کی حد کو چھونے لگی ہے تو پھر کشش ثقل کے تحت دوبارہ جوش و جذبے کی طرف چلنے لگتا ہے۔ Greg Dember's کے بقول:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

"روایت :(Tradition) علم اور طریقے بزرگوں اور مذہبی صحیفوں سے منتقل ہوتے ہیں۔ماڈرنزم :(Modernism) روایت کے بوجھ کو ہٹا کر انسانی عقل اور اختراع سے نیا اور زیادہ سچا علم تخلیق کرنا۔فنون میں یہ رویہ تقریباً ۱۸۸۰ سے ۱۹۵۰ تک غالب رہا۔(پوسٹ ماڈرنزم 1950) :(Postmodernism) سے ۱۹۹۰ کی دہائی کے آخر تک)ماڈرنزم کی ہی تنقید کرنے لگا اور "آفاقی، معروضی سچائی" کے تصور پر سوال اٹھایا۔ اس نے ربط اور سیاق کو زیادہ اہمیت دی، اور یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ہر سچائی مخصوص حالات و سیاق میں پیدا ہوتی ہے۔پوسٹ ماڈرن فنون میں طنز، (intertextuality بین المتونیت)، اور عام یا کمتر ثقافتی حوالوں کو "اعلیٰ جمالیات" کے ساتھ باندھنے کا رجحان نمایاں تھا۔میٹاموڈرنزم صدی کے آغاز پر اس وقت نمودار ہوا جب فنکار اور ان کے ناظرین اس بات سے ناخوش تھے کہ پوسٹ ماڈرنزم نے خودی، یقین، اور مخلص جذبات کو ثقافت سے بے دخل کر دیا ہے۔تاہم، میٹاموڈرنزم ماضی کی طرف واپسی نہیں چاہتا۔یہ پوسٹ ماڈرن ازم کو ختم کرنے کے بجائے اسے برقرار رکھتے ہوئے ایک نیا توازن پیدا کرتا ہے، اور ساتھ ہی ماڈرنزم کے "یقین اور وابستگی" کو بھی دوبارہ جگہ دیتا ہے۔ میری تعبیر یہ ہے کہ:میٹاموڈرن ثقافتی پیداوار کا مقصد انسانی باطنی تجربے (interior felt experience) کو ان بگاڑوں سے محفوظ رکھنا ہے جو پوسٹ ماڈرن طنزیہ نسبیت (ironic relativism)، ماڈرن سادہ کاری (reductionism)، اور روایتی جمود (ontological inertia of tradition) پیدا کرتے ہیں۔"[۱۷]

میرے خیال سے اب آپ بہت حد تک میٹاماڈرن ازم کو سمجھ چکے ہیں۔ چلیں کچھ انتہائی سادہ اور اپنی عام زندگی سے چند مثالوں سے جدیدیت، مابعد جدیدیت اور میٹاماڈرن ازم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔جدیدیت میں (عقل، سچائی، اعتماد اور یقین) بنیادی رویے تھے جیسے (کوئی محنت ہی کو کامیابی کی چابی سمجھ لے، یا، کوئی ڈائری لکھتا تاکہ اپنی زندگی کو منظم کرے، یا، لوگ اخبار، ٹی وی پر جو خبریں پڑھتے یا سنتے تھے انہیں سچ مان لیتے تھے) اب دیکھتے ہیں مابعد جدیدیت میں (طنز، شک، کھیل، کوئی سچ آخری سچ نہیں) کے رویے نمایاں تھے مثلاً (کوئی محنت کو قسمت کا کھیل سمجھے، یا، ڈائری لکھنے کے بجائے سوشل میڈیا پر اپنی زندگی پر طنز کرتے ہوئے مزاحیہ ویڈیوز بنائے، یا، خبریں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

ماخذ تحقیقی مجلہ

سن انہیں سچ نہ مانے اور کہے کہ ہو سکتا ہے یہ سب جھوٹ ہو وغیرہ وغیرہ)اب ہے میٹاماڈرن ازم اس کے رویوں میں (اخلاص اور طنز، یقین اور شک، جوش و جذبہ اور مایوسی کے درمیان جھولتا ہے۔ جیسے (اس دور میں لوگ صرف محنت کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ قسمت پر بھی حد سے زیادہ بھروسہ کرتے ہیں، یا، جو ڈائری لکھ رہا ہے وہ ساتھ میں سوشل میڈیا پر مزاحیہ ویڈیوز بھی بنا رہا ہے تاکہ سنجیدگی اور مزاح دونوں ساتھ رہیں، یا، خبریں سن کر کوئی یہ کہیے کہ جو بتایا جا رہا ہے وہ سارا جھوٹ تو نہیں ہاں البتہ اس میں کچھ سچ کی جھلک بھی ضرور ہو گی)۔اس سے آسان زبان میں سمجھانا مشکل ہے۔ امید ہے یہ مضمون حقیقی ریسرچ کرنے والے طلبہ و اساتذہ کے لیے مفید و معاون ثابت ہو گا۔

حوالہ جات

1. https://www.ias.edu/ideas/2011/tremaine-solar-system,Date:15-8-2025, Time: 7:44PM
2. https://www.quora.com/What-do-you-think-about-Jean-Paul-Sartre-s-claim-that-being-a-human-being-is-to-tend-to-be-God-or-that-being-a-human-being-is-fundamentally-the-desire-to-be-God ,Date:15-8-2025, Time: 10:17PM
3. https://www.thecollector.com/jean-paul-sartre-philosophy-ideas/ , ,Date:15-8-2025, Time: 11:09PM

۴. اور رنگ زیب، نیازی، ڈاکٹر (مترجم)، " ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (منتخب مضامین)"، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص:۹۷

5. https://www.banuri.edu.pk/readquestion/%D8%AD%D8%AF%DB%8C%D8%AB-%D9%83%D9%86%D8%AA-%D9%83%D9%86%D8%B2%D8%A7-%D9%85%D8%AE%D9%81%D9%8A%D8%A7-ki-tehqiq-144312100527/23-07-2022 , Date:15-8-2025, Time: 11:54PM

۶. عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "تنقیدی زاوے (چند تنقیدی مقالات کا مجموعہ)"، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۱ء، ص:۱۹،۱۷

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-17

7. https://www.rekhta.org/articles/kya-ghazal-neem-wahshi-sinf-e-sukhan-hai-sayyad-abdullah-articles?lang=ur , Date:16-8-2025, Time: 1:02AM

۸. جمیل جالبی، ڈاکٹر، " نئی تنقید"، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی، ۱۹۸۸ء، ص:۱۷

۹. ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، "مابعد جدیدیت (اطلاقی جہات) (اضافہ شدہ ایڈیشن)"، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص:۱۶

۱۰. عبادت بریلوی، ڈاکٹر، " اُردو تنقید کا ارتقا"، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۲۰۱۷ء (اشاعت ہفتم)، ص:۳۳۴، ۲۶۵

11. https://www.youtube.com/watch?v=kTJ0ZGzdPFo , Date:17-8-2025, Time: 1:14PM(Video Time location :15:57/19:13)

۱۲. محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، "اصطلاحات (ادبی، تنقیدی، تحقیقی، لسانی)، بُک ٹائم، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص:۱۷۳

۱۳. ایضاً، ص:۳۶۸

۱۴. ایضاً، ص:۳۷۰-۳۷۱

۱۵. ایضاً، ص:۳۷۲

16. https://www.tandfonline.com/doi/full/10.3402/jac.v2i0.5677 , Date: 21/08/ 2025 , Time: 11:31AM

17. https://www.youtube.com/watch?v=qM_71pPO3Ao , Date: 22/08/ 2025 , Time: 1:06AM